ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

آوازِ دوست از مختار مسعود: اسلوبیاتی مطالعہ

حافظ محمد عبدالقدوس
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر صائمہ ارم
صدرِ شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

ABSTRACT

Mukhtar Masood offered his services in senior government positions in Pakistan for almost forty years, while maintaining his connection with literature. He authored six books in which "Awaaz-e-Dost," introduced him as a unique and eloquent prose writer, often compared to literary giants like Maulana Muhammad Hussain Azad and Maulana Abul Kalam Azad. His writings draw inspiration from Islam, Aligarh and Pakistan. The title "Awaz-i Dost" is borrowed from a Persian poem and reflects the fact that whether the beloved is real or virtual, Laila or Watan, his voice always reaches the lover and the lover is surprised by it. This research article provides a brief introduction of "Awaaz-e-Dost" and covers its features through examples.

Key Words: Mukhtar Masood, Awaaz-e-Dost, Qahtur Rijal

مختار مسعود کا تعلق کشمیری خاندان سے تھا۔ والد کا نام شیخ عطاء اللہ اور والدہ کا نام شاہ بیگم تھا۔ آپ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، تاریخ پیدائش ۱۵۔ دسمبر ۱۹۲۶ء ہیں لیکن سرکاری کاغذات پر آپ کی تاریخ پیدائش ۲ جون ۱۹۲۷ء درج ہے۔(۱) سیالکوٹ میں پیدا ہونے کی وجہ سے آپ کو علامہ اقبال اور شہر اقبال سے محبت اور خاصی اور انسیت ہے۔ اسی بات کا تذکرہ سید ضمیر جعفری یوں کرتے ہیں:

"آپ شہر اقبال میں پیدا ہوئے، ذہنی طور پر رہائش بھی شعر اقبال میں رکھتے ہیں۔"(۲)

مختار مسعود دنیائے ادب میں ایک منفرد نظر نگار کی حیثیت سے اعلی مقام حاصل کر چکے ہیں۔ انھوں نے یہ مقام "آواز دوست"، "سفر نصیب" اور "لوح ایام" جیسی تخلیقات کی تصنیف سے حاصل کیا ہے۔ مختار مسعود کے تاثراتی اسلوب میں تاریخ و تہذیب کی رنگارنگی ملتی ہے۔ ان شاہکار کتب کے علاوہ چند مختصر افسانوں کے تراجم بھی کیے ہیں اور کچھ طبع زاد افسانے بھی شائع ہو چکے ہیں چوں کہ مختار مسعود اعلی سرکاری عہدوں پر فائض رہے اس لیے سرکاری تقریبات میں اپ کے خطبات اور تقاریر مختلف رسالوں میں وقتاً فوقتاً شائع ہوئے۔ مختار مسعود کا امتیاز یہ ہے کہ اس صاحب قلم نے کم لکھا لیکن جتنا لکھا سراپا انتخاب ہے۔

گورنمنٹ ملازمت کے دوران ترقی، شہرت اور مقبولیت سمیٹنے کے ساتھ ساتھ مختار مسعود نے ادب میں اپنی الگ پہچان بنائی۔ ان کی چھ کتابیں اشاعت پذیر ہوئیں، جن میں آوازِ دوست، سفرِ نصیب، لوحِ ایام، حرفِ شوق، تاریخ کے عینی شاہد (انگریزی) اور مغربی پاکستان کی سرزمین کا جائزہ (انگریزی) شامل ہیں۔ تاہم ان کی تصنیف "آوازِ دوست" سب سے زیادہ مقبول ہوئی۔ اردو ادب کے نثری سرمائے میں بہت کم نثر پاروں نے وہ وقعت اور اہمیت حاصل کی ہے جو مختار مسعود کی کتاب "آواز دوست" کو ملی ہے۔ مختار مسعود نے اس کتاب کے ذریعے خود کو ایک منفرد اور صاحب طرز نثر نگار کے طور پر منوایا ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۷۳ء کو منظر عام پر آئی اور اپنی نکھری ہوئی مصفا نثر اور جاندار اسلوب کے باعث اعلیٰ مقام و مرتبہ حاصل کیا۔ یہ کتاب فنی اور معنوی دونوں زاویوں سے لاثانی و بے نظیر ہے۔ کتاب کے شروع میں "انتساب" دیا گیا ہے، جسے پڑھ کر اس کی ندرت کا احساس اُجاگر ہوتا ہے اور اس پر آزاد نظم کا گمان ہونے لگتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

"پر کاہ اور پار ہٴ سنگ کے نام۔ وہ پر کاہ جو والدہ مرحومہ کی قبر پر اُگنے والی گھاس کی پہلی پتی تھی اور وہ پار ہٴ سنگ جو والد مرحوم کا لوح مزار ہے۔" (۳)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

اگلے صفحے پر آتے ہیں تو تین چھوٹی سطروں اور چار چھوٹے جملوں کا ایک مختصر اور انوکھا دیباچہ پڑھنے کو ملتا ہے اور بقول سید ضمیر جعفری:

> ''مختصر دیباچے ہم نے پہلے بھی دیکھے ہیں لیکن اس جیسا اُردو پر سفیدی کے برابر دیباچہ ہماری نظر سے پہلے نہیں گزرا۔ انھوں نے گویا السلام علیکم کہہ کر کتاب کی کنجی قاری کے ہاتھ میں تھما دی۔''(۴)

آگے دو طویل مضامین ہیں، جن کے عنوانات ''مینارِ پاکستان'' اور ''قحط الرجال'' سے تیوری میں بل پڑنے لگتا ہے کہ بہت ہی پامال، روایتی اور خشک موضوعات سے سابقہ پڑا ہے۔ لیکن مختار مسعود نے اپنے شان دار و دلکش اسلوب، لہجے کے اخلاص و دردمندی اور وسیع علم و مطالعے کی بدولت ان خشک و پھیکے موضوعات میں ایک ایسی جان ڈال دی ہے کہ قاری ایک خوشگوار حیرت کے احساس کے ساتھ پوری کتاب کو ایک ہی نشست میں تمام کرنے پر کمربستہ ہو جاتا ہے۔ دونوں مضمون طویل ہیں لیکن مختار مسعود کے ڈرامائی اسلوب کے باعث طوالت گراں نہیں گزرتی اور دلچسپی برقرار رہتی ہے۔

''مینارِ پاکستان'' میں مختار مسعود اہرامِ مصر سے لے کر ایفل ٹاور تک دنیا کے بہت سے میناروں کے طرزِ تعمیر اور مقاصدِ تعمیر پر سیر حاصل بحثیں کرتے ہیں۔ دفاعی، علامتی، یادگاری، اسلامی اور بلڈی ٹاورز جیسے مختلف اقسام کے میناروں کے نقوش صفحۂ قرطاس کے ساتھ ساتھ قاری کے دل و دماغ پر بھی ثبت کر دیتے ہیں۔ چین میں دیوارِ چین کے دفاعی میناروں، لنکا کے ساحل کے روشن مینار، لندن کے خونی برج اور ویسٹ منسٹر کتھیڈرل کے مینار، فرانس کے روئن کتھیڈرل اور ایفل ٹاور، پیسا اور بولونا کے حمیدہ میناروں، مسجد بنوامیہ کے دنیائے اسلام کے سب سے پہلے مینار، دمشق اور قیروان کے میناروں، جرقورغان، بخارا، وابکند، سمرقند اور خیوہ کے میناروں، اندلس، غزہ اور الخلیل کے میناروں، منوڑہ، سکھر، لائل پور، شیخوپورہ اور گڑھی شاہو کے میناروں اور چندیری کے شمال مغربی پہاڑ پر بابر کے بنائے گئے دشمنوں کے سروں کے مینار کا ذکر ایجاز و اختصار مگر جامع انداز میں یوں کرتے ہیں کہ قاری کو حیرت زدہ اور مسحور کر دیتے ہیں۔

صرف یہی نہیں بلکہ ساتھ ساتھ علی گڑھ تحریک، دو قومی نظریے تحریک آزادیِ ہند، جدوجہد حصولِ پاکستان اور فسادات کا ذکر بھی اپنے فلسفیانہ و عالمانہ نقطہ ہائے نظر، اردو اور فارسی کے برمحل اشعار اور طنز کی چاشنی کے ساتھ موثر انداز میں بیان کر دیتے ہیں۔ ''نقوش'' کے مدیر لکھتے ہیں:

> ''کتاب کا پہلا مضمون ''مینارِ پاکستان'' ہے۔ جو ہے تو اپنے مینار کے بارے میں مگر انھوں نے تو مَ ڈالا ہے دنیا جہاں کے میناروں کو، جیسے جیسے یہ اِدھر اُدھر لپکے ویسے ویسے انھوں نے ہمارے ذہنوں کو بھی گھما ڈالا۔ یعنی علم کے بوجھ سے ایسا چکرایا کہ بے سدھ کر دیا۔ جب ہوش آیا تو معلوم ہوا کہ یہ مضمون صرف مینارِ پاکستان پر نہیں بلکہ تاریخِ پاکستان پر بھی ہے۔'' (۵)

دوسرے مضمون ''قحط الرجال'' میں عظیم ہستیوں اور مشاہیر کے بارے میں تاثرات بیان کیے گئے ہیں۔ یہ شخصیتیں مختلف بلکہ متضاد شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن مختار مسعود نے نہایت مہارت و ہنرمندی سے ان کو ایک ہی لڑی میں پرو کر ایک مضمون میں سمیٹا ہے۔ تسلسل اور ربط کے لیے انھوں نے اپنے آٹو گراف البم کا استعمال کیا ہے۔ اس مضمون میں کل تیرہ شخصیات کے خاکے ہیں۔ محمد ابراہیم شاہ کیوچن، نواب بہادر یار جنگ، ای ایم فوسٹر، ملا واحدی، حسرت موہانی، مولانا ظفر علی خان، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، نواب بھوپال محمد حمید اللہ خان، راجہ محمود آباد، مارشل ٹیٹو، سروجنی نائیڈو، ٹائن بی اور قائد اعظم۔ ان مشاہیر پر اظہار خیال کے ساتھ ساتھ دنیا جہاں کے بادشاہوں، سیاست دانوں، فلسفیوں، سپہ سالاروں، پیغمبروں، مورخوں، ادیبوں، مصوروں، گلوکاروں، تاجروں اور سائنس دانوں کا ذکر بھی دلچسپ، پراثر اور عالمانہ انداز میں کیا ہے۔ مشاہیر کے یہ خاکے پڑھتے ہوئے قاری مختار مسعود کی جادوئی شخصیت اور علمیت سے بھی مرعوب ہو جاتا ہے۔ انھوں نے بین السطور خود کو ابھارنے اور منوانے کی کامیاب کوشش کی ہے:

> ''اس مضمون میں انھوں نے دوسروں کو اجاگر کرنے کی بجائے اپنے علم کو زیادہ انڈیل دیا ہے۔ انھوں نے جس شخصیت پر بھی قلم اٹھایا اسے تو رکھا پس منظر میں لیکن بہانے بہانے سے، اپنی تصویر کو شوخ رنگوں میں ابھار دیا۔ اس مضمون میں خود نمائی کا ایک ایسا چکر ہے جس کی زد میں راجہ محمود آباد بھی آئے، غریب چواین لائی بھی، حتیٰ کہ ڈاکٹر اقبال بھی۔''(۶)

''آوازِ دوست'' دلکش، اچھوتے اور منفرد طرزِ تحریر کا حامل ہے۔ یہ کتاب جدت ادا، ندرتِ خیال، فکری بلند پروازی، فنی رچاؤ، اچھوتے پیرائے، تازہ کارانہ جمالیاتی اظہار اور حسن کاری کا ایک نادر نمونہ ہے۔ مختار مسعود چنے ہوئے الفاظ، تراشیدہ جملوں اور کیف آگیں خیال کے ذریعے ایک طلسماتی جمالیاتی فضا کی تخلیق کرتے ہیں۔ ان کی تحریر میں کچھ ایسی سوگواریت، گداز اور دل آسائی ہے کہ قاری اس کے سحر میں گرفتار ہو کر روحانی حظ کشید کرنے لگتا ہے۔ انھوں نے اپنی نثر میں تشبیہ، استعارہ، ضرب المثل، محاورہ، علامت، طنز، کفایت لفظی، تکرار لفظی، موازنہ، قول محال، تضاد، تجنیس، تلمیح اور قافیہ جیسے شعری صنائع و محاسن کا استعمال کر کے اسے پر اثر اور شاعرانہ بنایا ہے۔ پروفیسر نظیر صدیقی لکھتے ہیں:

> ''ادب کی تاریخ ایسی مثالوں سے خالی نہیں جن میں بعض نثر نگار تاثیر و توانائی اور دلکشی و دلبری سے شاعروں کو پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ بعض نثر نگاروں کی نثر شاعری کی بلند ترین لطافتوں کو نہ صرف چھو لیتی ہے بلکہ لطف و لذت کے اعتبار سے بہت سے شاعروں کی شاعری کو پس پشت ڈال دیتی ہے۔ مختار مسعود بھی ان معدودے چند نثر نگاروں میں سے ہیں جن کی نثر کو بہت سے مشہور و ممتاز شاعروں کی شاعری پر ترجیح دی جا سکتی ہے۔''(۷)

چند الفاظ کے استعمال سے کسی تاریخی شخص یا واقع کی طرف اشارہ تلمیح کہلاتا ہے۔ اردو کے قریباً سبھی صاحب اسلوب نثر نگاروں نے اپنی تخلیقات میں تلمیحات کا استعمال کیا ہے۔ جس سے ان کی تحریروں کی معنویت میں اضافہ ہوا۔ آوازِ دوست میں مختار مسعود نے بھی تشبیہات و استعارات کے ساتھ ساتھ تلمیحات کا استعمال بھی کیا ہے۔

> ''مجھے یاد آیا کہ دلجوئی کے لیے ایک بادشاہ اپنی پرانی آستین سر آنکھوں سے لگاتا تھا۔''(۸)

گو کہ تشبیہات و استعارات کے استعمال سے نثر میں شاعرانہ آہنگ محسوس ہونے لگتا ہے۔ لیکن اگر ساتھ میں قافیہ آرائی کا بھی اہتمام کیا جائے تو شعریت کی کھنک واضح سنائی دینے لگتی ہے۔ مختار مسعود نثر میں قافیہ آرائی کا استعمال اس ذہانت سے کرتے ہیں کہ نغمگی کا حسن تو بیدار ہوتا ہے مگر عبارت مقفّٰی ہونے کے عیب سے بچ جاتی ہے۔ مثلاً

> ''اس کے بعد برِ اعظم میں نہ جانے مسلمانوں پر کیا اُفتاد پڑی کہ نہ دیوانے پیدا ہوئے اور نہ فرزانے۔ ہمارے حصے میں تو بس ایک ہجوم آیا سرگشتہ اور برگشتہ۔''(۹)

مختار مسعود جزئیات نگاری کے بے حد شوقین ہیں۔ آوازِ دوست میں ان کا یہ شوق عشق کا درجہ اختیار کر گیا ہے اور یہ حق اس وقت اپنے درجہ کمال پر نظر آتا ہے جب مختار مسعود قحط الرجال میں شخصیات کی کردار نگاری کرتے ہیں۔ ان کے مشاہدے کی گہرائی اور بیان کی قدرت پر رشک آتا ہے اور کبھی کبھی تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی علمیت اور ذہانت کا رعب ڈال رہے ہیں قائد اعظم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

> ''روشن بیضوی چہرہ، چمکدار آنکھیں اور گونجدار آواز، کم گو اور کم آمیز، خاموشی میں باوقار اور گفتگو میں بارعب ایستادگی میں اتنے سیدھے کہ اپنی بلند قامت سے بلند تر اور اپنی پختہ عمر سے کمتر لگتے ہیں۔ کوئی شخص اُن کی مقناطیسیت سے بچ نہ سکا اور ہر شخص اُن کی برتری کا قائل ہو گیا۔'' (۱۰)

دوسری جانب مختار مسعود تاریخی حقائق کا بیان کرتے وقت محض قوت مشاہدہ اور متخیلہ کی چاشنی سے کام نہیں لیتے بلکہ جا بجا مختلف قرآنی حوالوں کا استعمال ان کے تاریخی شعور پر ثبت، مہر تصدیق بن جاتا ہے اور قارئین بھی ہلکے پھلکے انداز میں اعجاز ہائے ربانی سے بھی آشنائی حاصل کر لیتے ہیں۔

> ''ایک بندرگاہ پر فوجی بینڈ بج رہا تھا۔ دھن غمگین تھی اور سر مدھم تھا۔ برطانوی سپاہی آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے ہوئے جہاز میں چڑھنے لگے۔ جہاز نے لنگر اٹھایا۔ تاریخ نے ورق الٹا۔ نئے صفحے پر جلی حروف سے لکھا تھا وَتَنزِعُ الْمُلْكَ مِمَّن تَشَاءُ اور جس سے چاہیں ملک لے لیتے ہیں۔

پاکستان کی مجلس آئین ساز کا اجلاس تھا۔ملک معلم کا نمائندہ کہ رہا تھا آج میں آپ کے وائسرائے کی حیثیت سے تقریر کر رہا ہوں کل سے مملکت پاکستان آپ کے ہاتھوں میں ہو گی۔ غیب سے ندا آئی۔ ملک الْمُلْكِ تُؤتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ. مالک الملک تو ہی دیتا ہے ملک جس کو چاہے۔"(۱۱)

من حیث المجموعی مختار مسعود نے آواز دوست میں سادگی اور سلالت شائستگی و شگفتگی برجستگی وبے ساختگی، قافیہ آرای منشیات واستعارات کے استعمال اور فارسی و عربی کی گھلاوٹ۔ گویا ہر اس حربے کو آزمایا ہے جو اردو کے معیاری اسالیب کا جزو لازم گردانا جاتا ہے۔اس تخلیقی شعور کے سبب مختار مسعود کا شمار اُردو کے صاحب اسلوب نثر نگاروں میں بنتا ہے۔اور یہ مقام انہیں انکی پہلی تصنیف آواز دوست کی اشاعت پر ہی مل گیا تھا۔بقول رشید احمد صدیقی :

"لفظ لفظ قابل داد، بعض فقرے لاجواب اور بعض صفحات داد سے بالاتر۔"(۱۲)

"آج ہم شاہکار لوگوں کی خدمت میں ایسی کتاب پیش کر رہے ہیں جس کا شمار ان گنی چنی کتابوں میں ہوتا ہے جو چھپتے ہی کلاسیک بن جاتی ہیں اور کلاسیک کی تعریف میں یہ بات شامل ہے کہ تصنیف امر ہے اور وقت کی کوئی ہر اور زمانے کی کوئی کروٹ اور تاریخ کا کوئی تقاضا اسے مٹا نہیں سکتا ہے۔"(۱۳)

مختار مسعود کا اسلوب ان کی ہمہ گیر، سحر انگیز اور دبنگ شخصیت کا آئینہ دار ہے، جب کہ ان کی شخصیت سرتاپا علی گڑھ کی ساختہ پرداختہ ہے۔ علی گڑھ چونکہ اسلام ، تحریک آزادی اور قیام پاکستان کا عکاس ہے۔اس لیے مختار مسعود کے اسلوب میں بھی اسلام، آزادی اور پاکستان رچ بس گئے ہیں۔

مختار مسعود کے منفرد اسلوب میں ان کی زبان کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ فارسی اور اُردو ادب سے گہرا لگاؤ، نپی تلی نثر، جنچے ہوئے جملے، احتیاط سے تراشی ہوئی ترکیبیں اور تاریخ وادب کے حوالے، اُن کی تحریر کو ایک امتیازی شان عطا کرتے ہیں۔ وہی شان، جو صاحبِ طرز اور صاحبِ اسلوب نثر نگاروں کی پہچان ہوتی ہے، پھر اس پر مستزاد ہے، ان کا مدلل تجزیہ اور بے خوفی سے اسے پیش کرنے کا دوٹوک انداز، جو اُن کی تحریر کو دلبری کے ساتھ دلیری بھی دیتا ہے۔افسوس کہ ہم نے اُن کی وہ قدر نہ کی، جو کرنی چاہیے تھی۔ ۲۰۰۳ء میں ملنے والا ستارۂ امتیاز اُن کی امتیازی خصوصیات کا ایک چھوٹا سا اعتراف تھا اور اس اعزاز کے ملنے سے انھیں تو کوئی فرق نہیں پڑا ہو گا، البتہ اس اعزاز کے لیے یہ اعزاز ہے کہ مختار مسعود نے اسے قبول کر لیا۔ مختار مسعود کے محبوب شاعر، اقبال کا یہ مصرع خود اقبال اور مختار مسعود دونوں پر صادق آتا ہے:

اب انھیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

حوالہ جات

۱۔ مختار مسعود سے راقم کی ملاقات بتاریخ ۶۔ اگست بمقام العطا ۱۷، اشادمان، لاہور

۲۔ ضمیر جعفری سید آواز دوست کی چھ لہریں مشمولہ کتابی چہرے، راولپنڈی، جنگ پرنٹنگ پریس، ۱۹۷۷ء، ص: ۸۶

۳۔ مختار مسعود، آواز دوست، لاہور، نقوش پریس طبع اکتیسواں ، فروری ۲۰۱۰ء، ص۵

۴۔ ضمیر جعفری، سید: مشمولہ، تنقیدی مقالات پشاور، شعبہ اردو پاور یونیورسٹی : ۱۹۹۶ء، ص ۹۷

۵۔ محمد طفیل: معظم: لاہور، نقوش پریس : ۱۹۷۴ء، ص۱۹۱

۶۔ ایضاً ، ص ۱۹۳

۷۔ نظیر صدیقی، پروفیسر، مشمولہ، تنقیدی مقالات، پشاور، شعبہ اردو پشاور یونیورسٹی : ۱۹۹۶ء ص۸۷۔۸۸

۸۔ مختار مسعود، آواز دوست، ص ۷۲

۹۔ ایضاً، ص۴۷

۱۰۔ ایضاً، ص۲۳۰

۱۱۔ ایضاً، ص۴۵

۱۲۔ رشید احمد صدیقی، آواز دوست، شاہکار ایڈیشن

۱۳۔ ایضاً